تزکیہ و تربیت

اللہ کا ذکر ـــــ روح کی زندگی

ڈاکٹر علی بن عمر بادحدح

ترجمہ: خدا بخش کلیار

اللہ تعالیٰ نے انسان کو مٹی کی ایک مٹھی اور روح کی ایک پھونک سے پیدا فرمایا۔ مٹی کے جزو کے لیے کھانا پینا آسان کر دیا جس سے جسم نشوونما پاتا ہے اور بدن میں قوت آتی ہے' لیکن جہاں تک روح کا تعلق ہے وہ ایک بڑا راز ہے جس کی حقیقت کو انسان نہیں سمجھ پاتا۔

روح کی غذا' قوت' زندگی اور اس کی حفاظت اس کے خالق اور موجد کے مقرر کردہ طریق کار سے ہی ممکن ہے: اَلَا یَعۡلَمُ مَنۡ خَلَقَ ؕ وَھُوَ اللَّطِیۡفُ الۡخَبِیۡرُ (الملک ۶۷: ۱۴) ''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے''۔ اللہ تعالیٰ نے روح کے لیے وہ چیز بنائی ہے جس سے اسے بلندی' ارتقا' لطافت اور سرور حاصل ہو۔

ذکر: معنی و مفہوم

[''ذکر'' کا لفظ قرآن میں اصطلاحاً کلامِ الٰہی کے لیے استعمال ہوا ہے جو سراسر نصیحت بن کے آتا ہے۔ پہلے جتنی کتابیں انبیا پر نازل ہوئی تھیں وہ سب بھی ''ذکر'' تھیں اور یہ قرآن بھی ''ذکر'' ہے۔ ذکر کے اصل معنی ہیں ''یاد دلانا''، ''ہوشیار کرنا''، اور ''نصیحت کرنا''۔ (تفہیم القرآن' ج ۲' ص ۴۹۸)]

''روح کو جس چیز سے سب سے زیادہ توانائی اور راحت حاصل ہوتی ہے وہ اس کے

خالق کا ذکر ہے۔اسی سے وہ غذا پاتی ہے اور وہی اس کی معراج اور زینت ہے۔ وہی اس کا ہتھیار ہے جس سے وہ تقویت پاتی ہے۔ یہ وہ پروانۂ ولایت ہے کہ جسے دیا گیا وہ منزل پر پہنچا اور جس سے روک لیا گیا وہ محروم رہا۔ یہ لوگوں کے دلوں کی خوراک ہے کہ جب وہ نہیں ملتی تو ان کے جسم قبریں بن کر رہ جاتے ہیں۔ یہ ان کے گھروں کی آبادی ہے کہ جب وہ اس سے خالی ہو گئے تو وہ برباد ہو گئے۔ یہ وہ اسلحہ ہے جس کے ساتھ وہ رہزنوں سے لڑتے ہیں۔ یہ وہ پانی ہے جس سے وہ آگ کے شعلے بجھاتے ہیں اور یہ بیماریوں کی وہ دوا ہے کہ جب نہیں ملتی تو ان کے دل بیمار پڑ جاتے ہیں۔ یہ قرب کا وہ وسیلہ ہے جو انھیں علام الغیوب تک پہنچاتا ہے۔ اسی کے ذریعے وہ آفات سے اپنا دفاع کرتے ہیں' اسی سے تکالیف دور ہٹاتے ہیں اور اسی کے باعث مصیبتیں ان پر آسان ہو جاتی ہیں۔ جب ان پر کوئی آزمایش آتی ہے تو وہی ان کی پناہ گاہ ہے۔ جب بلائیں ان پر نازل ہوتی ہیں تو وہی ان کو بچاتا ہے۔ وہی ان کے جنت کے باغات ہیں جن میں وہ چلتے پھرتے ہیں اور ان کی خوش بختی کا راس المال بھی وہی ہے جس سے وہ تجارت کرتے ہیں۔ وہ افسردہ دل کو مسرت سے ہم کنار کر دیتا ہے۔ وہ ذاکر کو مذکور سے ملاتا ہے اور اسے ذاکر و مذکور بنا دیتا ہے'' (تھذیب المدارج 'ص ۴۶۳) --- کتنی عمدہ ہے ذکر کی یہ تعریف جو ابن القیمؒ نے کی ہے۔ وہ کتنے بڑے صاحب فہم ہیں۔ ان معانی پر غور تو کرو!

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب ۳۳:۴۱) ''اے لوگو! جو ایمان لائے ہو' اللہ کو کثرت سے یاد کرو''۔ اور اس کے لیے وقت کی کوئی تخصیص نہیں۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا ارشاد ہے: وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى (طٰہٰ ۲۰:۱۳۰) ''اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی' شاید کہ تم راضی ہو جاؤ''۔ اور کوئی حالت بھی ذکر سے مستثنیٰ نہیں' فرمایا: اَلَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِهِمْ (آل عمران ۳:۱۹۱) ''وہ ہوش مند لوگ جو اٹھتے' بیٹھتے اور لیٹتے' ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں''۔

ذکر غفلت اور نسیان کی ضد ہے۔ غفلت ذکر کو عمداً ترک کر دینا اور نسیان غیر ارادی طور پر ذکر کا ترک ہو جانا ہے۔ قرآن کریم میں غفلت کا حوالہ اس سے ممانعت اور اس سے

پرہیز کے ضمن میں دیا گیا ہے۔ وَاذْكُرْ رَبَّكَ فِىْ نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّ خِيْفَةً وَّ دُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْآصَالِ وَ لَا تَكُنْ مِّنَ الْغَافِلِيْنَ (الاعراف ۷:۲۰۵) ''اپنے رب کو صبح و شام یاد کیا کرو، دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے بھی ہلکی آواز کے ساتھ، اور ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں''۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوَاهُ وَ كَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا (الکہف ۱۸:۲۸) ''کسی ایسے شخص کی اطاعت نہ کرو جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے اور جس نے اپنی خواہشِ نفس کی پیروی اختیار کر لی ہے اور جس کا طریق کار افراط و تفریط پر مبنی ہے''۔ نسیان اس طرح کا نہیں ہوتا کیوں کہ اس کا صدور ارادے سے نہیں ہوتا اور اس سے متعلق قرآن عظیم نے وضاحت کی ہے: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (الکہف ۱۸:۲۴) ''اور اگر بھول ہو جائے تو اپنے رب کی تسبیح و تحمید اور اس سے استغفار کرو''۔

ذکر دو معنوں پر مشتمل ہے:

قلبی ذکر: تذکر کے معنی کسی شے کا ذہن میں اس طرح استحضار ہے جیسا کہ تمھارا یہ کہنا ''مجھے ایک ایسا اور ایسا حادثہ یاد آتا ہے'' جب کہ تم نے اس حادثے کو اپنے ذہن میں حاضر کر لیا اور اس کی تفصیلات ذہن کے پردے پر آ گئیں۔ یہ معنی ہیں نسیان کی ضد کے۔ اور اسی سے متعلق اللہ تعالیٰ کا قول ہے: وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ (آل عمران ۳:۱۳۵) ''ایسے نیک لوگ جن کا حال یہ ہے کہ اگر کبھی کوئی فحش کام ان سے سرزد ہو جاتا ہے یا کسی گناہ کا ارتکاب کر کے وہ اپنے اوپر ظلم کر بیٹھتے ہیں تو معاً اللہ انھیں یاد آ جاتا ہے اور اس سے وہ اپنے قصوروں کی معافی چاہتے ہیں''۔ پس ذکر کی بنیاد دل میں مذکورہ شے کی یاد اور توجہ ہے۔

قولی ذکر: اس سے مراد زبان سے الفاظ کی ادایگی ہے اور اسی مفہوم میں عام طور پر استعمال کیا جاتا ہے لہٰذا جب یہ کہا جائے کہ: ''فلاں صاحب پابندی سے اذکار کرتے ہیں'' تو مفہوم یہی ہوتا ہے کہ وہ الفاظ سے انھیں ادا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (الاحزاب ۳۳:۴۱) ''اے لوگو جو ایمان لائے ہو اللہ کو

کثرت سے یاد کرو'۔

زبان سے قول کو ذکر کا نام دیا گیا ہے۔ کیوں کہ وہ دل کے ذکر پر دلیل ہے۔ اور زیادہ تر زبانی قول کو ذکر کا نام دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ شعوری طور پر وہی ذہن میں آتا ہے۔ (المفہم' ۶-۷)

لہٰذا ہمارے نزدیک ذکر دو چیزوں پر مشتمل ہے۔ ذکر تذکر کے معنی میں' جس سے مقصود اللہ کی یاد' اس کی عظمت وخشیت' اس کی حفاظت ونگرانی' اس کی نعمت کا احساس' حتیٰ کہ بندے کے دل میں اس کی بڑائی سما جائے۔ وہ اللہ سے ڈرے اور سمجھے کہ وہ اس کی نظر میں ہے اور اس کی نعمت کا شکر ادا کرے۔ اسی طرح سے زبان سے ذکر ہے جو قلبی ذکر کا ثمرہ ہے' اس پر گواہ ہے اور اس کی ترجمانی کرنے والا ہے۔ پس جس نے اللہ کی عظمت کو دل میں جگہ دی' اپنی زبان سے اللہ کی تسبیح' تہلیل اور تکبیر کی' اس کے حضور میں گریہ وزاری اور دعا کی' وہی صحیح معنوں میں ذاکر ہے۔

دائمی ذکر

[اللہ کو کثرت سے یاد کرنے کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کی زبان پر ہر وقت زندگی کے ہر معاملے میں کسی نہ کسی طرح خدا کا نام آتا رہے۔ یہ کیفیت آدمی پر اُس وقت تک طاری نہیں ہوتی جب تک اس کے دل میں خدا کا خیال بس کر نہ رہ گیا ہو۔ انسان کے شعور سے گزر کر اس کے تحت الشعور اور لاشعور تک میں جب یہ خیال گہرا اُتر جاتا ہے تب ہی اس کا یہ حال ہوتا ہے کہ جو کام اور جو بات بھی وہ کرے گا اس میں خدا کا نام ضرور آئے گا۔ کھائے گا تو بسم اللہ کہہ کر کھائے گا۔ فارغ ہوگا تو الحمدللہ کہے گا۔ سوئے گا تو اللہ کو یاد کر کے اور اُٹھے گا تو اللہ ہی کا نام لیتے ہوئے۔ بات چیت میں بار بار اس کی زبان سے بسم اللہ' الحمدللہ' ان شاءاللہ' ماشاءاللہ اور اس طرح کے دوسرے کلمات نکلتے رہیں گے۔ اپنے ہر معاملے میں اللہ سے مدد مانگے گا۔ ہر نعمت ملنے پر اس کا شکر ادا کرے گا۔ ہر آفت آنے پر اس کی رحمت کا طلب گار ہوگا۔ ہر مشکل میں اس سے رجوع کرے گا۔ ہر برائی کا موقع سامنے آنے پر اس سے ڈرے گا۔ ہر قصور سرزد

ہو جانے پر اس سے معافی چاہے گا۔ ہر حاجت پیش آنے پر اس سے دعا مانگے گا۔ غرض اٹھتے بیٹھتے اور دنیا کے سارے کام کاج کرتے ہوئے اس کا وظیفہ خدا ہی کا ذکر ہوگا۔ یہ چیز درحقیقت اسلامی زندگی کی جان ہے۔ دوسری جتنی عبادات ہیں ان کے لیے بہرحال کوئی وقت ہوتا ہے جب وہ ادا کی جاتی ہیں اور انھیں ادا کر چکنے کے بعد آدمی فارغ ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ وہ عبادت ہے جو ہر وقت جاری رہتی ہے اور یہی انسان کی زندگی کا مستقل رشتہ اللہ اور اس کی بندگی کے ساتھ جوڑے رکھتی ہے خود عبادات اور تمام دینی کاموں میں بھی جان اسی چیز سے پڑتی ہے کہ آدمی کا دل محض ان خاص اعمال کے وقت ہی نہیں بلکہ ہمہ وقت خدا کی طرف راغب اور اس کی زبان دائماً اس کے ذکر سے تر رہے۔ یہ حالت انسان کی ہو تو اس کی زندگی میں عبادات اور دینی کام ٹھیک اسی طرح پروان چڑھتے اور نشو و نما پاتے ہیں جس طرح ایک پودا ٹھیک اپنے مزاج کے مطابق آب و ہوا میں لگا ہوا ہو۔ اس کے برعکس جو زندگی اس دائمی ذکر خدا سے خالی ہو اس میں محض مخصوص اوقات میں یا مخصوص مواقع پر ادا کی جانے والی عبادات اور دینی خدمات کی مثال اس پودے کی سی ہے جو اپنے مزاج سے مختلف آب و ہوا میں لگایا گیا ہو اور محض باغبان کی خاص خبرگیری کی وجہ سے چل رہا ہو۔ (تفہیم القرآن، ج ۴، ص ۹۶-۹۷)]

ذکر کا مقام و مرتبہ

ذکر اکبر: اللہ کا ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتٰبِ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ ط اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ ط وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ ط وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ (العنکبوت ۲۹:۴۵) ''اے نبیؐ، تلاوت کرو اس کتاب کی جو تمھاری طرف وحی کے ذریعہ سے بھیجی گئی ہے اور نماز قائم کرو۔ یقیناً نماز فحش اور برے کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کا ذکر اس سے زیادہ بڑی چیز ہے۔ اللہ جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو''۔ یہ آیت کریمہ واضح دلیل ہے اس پر کہ اللہ کا ذکر فقط کبیر نہیں ہے بلکہ اکبر ہے اور یہی اس کی اہمیت اور عظیم مرتبے کی دلیل ہے۔

علما و مفسرین نے ذکر کے کئی واضح اور آسان معانی بیان کیے ہیں جو قابلِ توجہ ہیں اور

ذکر اکبر کی وضاحت کرتے ہیں۔

اول: اللہ کا ذکر ہر چیز سے بڑا اور افضل عبادت ہے کیوں کہ جملہ طاعات کا مقصود اللہ کے ذکر کا قیام ہے۔ وہ عبادات کا راز اور ان کی روح ہے۔ اس لیے کہ اس کی حقیقت اللہ سے تعلق' اس کی عظمت کا استحضار' اس کی نگرانی کا شعور اور اس کے انعامات کی یاد ہے۔ لہٰذا عبادات سب کی سب ذکر ہیں۔

دوم: جب تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے ہو تو وہ تمھارا ذکر کرتا ہے۔ اس کا تمھارے لیے ذکر' اس کے لیے تمھارے ذکر سے بہت بڑا ہے' اور یہ عظیم بات ہے۔ اے ضعیف اور عاجز انسان! تو قوی اور قادر مطلق اللہ کا ذکر کرتا ہے' تو فقیر اور حقیر انسان غنی اور عظیم اللہ کا ذکر کرتا ہے۔ تیرے ذکر کے مقابلے میں اس کا ذکر کتنا عظیم اور کتنا بلند ہے!

سوم: اللہ کا ذکر اس سے بلند و برتر ہے کہ اس کے ساتھ فحش اور منکر باقی رہے بلکہ جب ذکر مکمل ہوتا ہے تو خطا اور معصیت کو مٹا دیا جاتا ہے۔ بخدا! ذکر بہت بڑی چیز ہے۔ (تہذیب المدارج' ص ۴۶۳)

اجرِ عظیم: اگرچہ ذکر بذات خود بہت بڑی چیز ہے مگر اس کا اجر بھی بہت بڑا ہے۔ حضرت ابوالدرداءؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا میں تم کو وہ عمل نہ بتاؤں جو تمھارے سارے اعمال میں بہتر اور تمھارے مالک کی نگاہ میں پاکیزہ تر ہے۔ وہ تمھاری روحوں کو دوسرے تمام اعمال سے زیادہ بلند کرنے والا ہے اور راہِ خدا میں سونا اور چاندی خرچ کرنے سے بھی زیادہ اس میں خیر ہے' اور تمھارے لیے اس میں جہاد سے بھی زیادہ خیر ہے جس میں تم خدا کے دشمنوں کی گردنیں مارو اور وہ تمھاری گردنیں ماریں؟ صحابہؓ نے عرض کیا: کیوں نہیں' یارسولؐ اللہ! فرمایئے۔ آپؐ نے فرمایا: وہ اللہ عزوجل کا ذکر ہے۔ (مسند احمد' جامع ترمذی' ابن ماجہ)

اللہ اکبر! کتنا بڑا درجہ ہے۔ وہ اللہ کی راہ میں مال کے خرچ کرنے اور اس کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی بڑا ہے۔ غور کرو کہ کس طرح سے نبیؐ نے یہ بات فرمائی جو اس اجر کی عظمت کا اظہار کرتی اور اس کا شوق دلاتی ہے۔ آنحضورؐ نے اس سوال سے ابتدا کی جو

جاذب قلب ونظر ہے' اور سوال کا مضمون ایسا ترتیب دیا کہ جس سے اہل ایمان میں بے قراری' ان کے دلوں میں ولولہ اور جذبات میں تلاطم پیدا ہوا۔ وہ اسے جاننے کے لیے بے تاب' اس پر لبیک کہنے کے مشتاق اور عملی اقدام کے لیے کمربستہ ہوگئے۔ یہ ذکر کی اہمیت' اس کی بلند منزلت اور اس کے اظہار اور معانی کے واضح ابلاغ کا طریقہ تھا جو آنحضورؐ نے اختیار فرمایا۔

عبادات سے تعلق: ذکر طاعات کا نچوڑ اور عبادات کا جوہر ہے اور اکثر ظاہری فرائض اور شعائر کی بنیاد ہے۔ عبادات کی ادایگی سے قبل ان کے لیے تیاری ہوتی ہے اور ذکر ان کے اعمال اور ارکان کے ساتھ ان کے جزو کے طور پر ہوتا ہے اور عبادات سے فراغت پر اسی کے ساتھ ان کا اختتام ہوتا ہے۔

ہم نماز ہی کی مثال لیتے ہیں۔ ذکر نماز سے پہلے آتا ہے۔ اذان ذکر ہے جو تکبیر' تہلیل اور شہادتین کے الفاظ پر مشتمل ہوتی ہے اور مؤذن کی متابعت سنت ہے۔ نبیؐ نے فرمایا: اذان سے فراغت کے بعد جس نے کہا: اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّآمَّۃِ وَالصَّلَاۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ مُحَمَّدَا نِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَا نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ (اے اللہ اس دعوت تامہ' کاملہ اور اس صلوٰۃ قائمہ کے رب! محمد (ﷺ) کو وسیلہ اور فضیلت کا خاص مرتبہ عطا فرما اور ان کو مقام محمود پر سرفراز فرما جس کا تو نے ان سے وعدہ فرمایا ہے) تو وہ بندہ قیامت کے دن میری شفاعت کا حق دار ہوگا (بخاری)۔ نماز سے قبل وضو' شرائط نماز میں سے ہے اور وضو سے فارغ ہونے کے بعد بھی ذکر ہے' جیسا کہ حضرت عمر بن خطابؓ سے روایت کردہ حدیث میں ہے کہ نبیؐ نے فرمایا: ''تم میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے کامل وضو کیا' پھر کہا: اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لَا شَرِیْکَ لَہٗ' وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ مگر یہ کہ اس کے لیے جنت کے آٹھوں دروازے کھل گئے' جس دروازے سے چاہے داخل ہوجائے'' (مسلم)۔ اور ترمذی نے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِیْ مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ مِنَ الْمُتَطَھِّرِیْنَ کا اضافہ کیا ہے۔

نص قرآنی کی رو سے نماز کا مقصود ذکر ہے۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکْرِیْ (طٰہٰ ۲۰:۱۴) ''اور میری یاد کے لیے نماز قائم کر''۔ اس کا رکن اول' تکبیر تحریمہ ذکر ہے اور اس کا رکن اعظم

فاتحہ کی قرأت ذکر ہے۔ اور اس کے رکوع میں اللہ کے عظیم نام کی تسبیح ہے اور اس کے سجدے میں اس کے اسم اعلٰی کی تسبیح ہے اور رکوع سے اٹھنے پر حمد ہے اور ذکر ہے۔ اس کے دو سجدوں کے درمیان استغفار ہے اور ذکر ہے، اور نماز کی ادایگی کے بعد ذکر کی ہدایت کی گئی ہے۔ فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ (النساء ۴: ۱۰۳) ''پھر جب نماز سے فارغ ہو جاؤ تو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے، ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے رہو''۔ نبیؐ السلام علیکم کہنے کے بعد تین مرتبہ استغفر اللّٰہ کہتے جیسا کہ حضرت ثوبانؓ سے روایت ہے کہ نبیؐ جب نماز سے سلام پھیرتے تو تین مرتبہ استغفار کی دعا کرتے اور کہتے: اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَكْتَ يَاذَالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ (مسلم)۔ اور نمازوں کے بعد بہت سے اذکار مسنونہ کی روایت ہے۔ چنانچہ نماز ساری کی ساری ثنا ہے، خشوع وخضوع ہے اور دعا ہے۔

دوسری مثال حج کی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ط فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ص وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدَاكُمْ (البقرہ ۲: ۱۹۸) ''اور حج کے ساتھ ساتھ تم اپنے رب کا فضل بھی تلاش کرتے جاؤ، تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ پھر جب عرفات سے چلو، تو مشعر حرام (مزدلفہ) کے پاس ٹھہر کر اللہ کو یاد کرو اور اسی طرح یاد کرو جس کی ہدایت اس نے تمھیں کی ہے''۔ حج کا آغاز ذکر ہی سے ہوتا ہے۔ احرام کی ابتدا تلبیہ سے ہوتی ہے اور یہ وہ ذکر ہے جس کے ساتھ آوازیں رب سموات وارض کی توحید اور اس کے حضور حاضری کے اعلان کے ساتھ بلند ہوتی ہیں۔ طواف اور سعی ذکر ہے، اور تکبیر ہے اور تہلیل، جیسا کہ نبیؐ نے فرمایا: ''بیت اللہ کا طواف اور صفا و مروہ کے درمیان سعی اور رمی جمار اللہ کے ذکر کے لیے مقرر کیے گئے ہیں''۔ عرفات کا وقوف پورے کا پورا اذکار اور دعائیں ہیں اور اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بہترین کلمہ وہ ہے جو میں کہتا ہوں اور مجھ سے پہلے انبیا علیہم السلام نے کہا: لا الٰہ الا اللّٰہ۔ اور حج کے اختتام پر ذکر کی نصیحت ہے: فَاِذَا قَضَيْتُمْ مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ آبَآءَكُمْ اَوْاَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ ۲: ۲۰۰) ''پھر جب اپنے حج کے ارکان ادا کر چکو، تو جس طرح پہلے

اپنے آبا و اجداد کا ذکر کرتے تھے اس طرح اب اللہ کا ذکر کرو، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر''۔ حتیٰ کہ جہاد میں صف بندی، تلواروں کے ٹکرانے اور اس میں موت کے وقت بھی ذکر کی ہدایت ہے:
يَآيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (الانفال ۸:۴۵) ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، جب کسی گروہ سے تمھارا مقابلہ ہو تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو کثرت سے یاد کرو، توقع ہے کہ تمھیں کامیابی نصیب ہوگی''۔

اھل ذکر، سبقت لے جانے والے: ذکر بہت بڑی چیز ہے، اس کا اجر بہت بڑا ہے اور اہل ذکر سبقت لے جانے والے ہیں۔ جیسا کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: مفردون سبقت لے گئے۔ عرض کیا گیا کہ اے اللہ کے رسولؐ! مفردون کون ہیں؟ فرمایا: بکثرت ذکر کرنے والے مرد اور بکثرت ذکر کرنے والی عورتیں۔ (مسلم)

مفردین کے معنی میں ابن قتیبہ نے کہا ہے: وہ لوگ جن کی نسل ہلاک ہوگئی اور وہ تنہا رہ گئے اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے باقی رہے۔ اور ابن اعرابی نے کہا: وہ آدمی جس نے غور و فکر کیا اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فریضہ کی ادایگی میں یکسو ہو گیا۔ اور ازہری نے کہا: وہ جو اللہ کا ذکر کرتے ہوئے پیچھے رہ گئے ہیں (مسلم، بشرح النووی)۔ مقصد یہ ہے کہ وہ اس اہم صفت کے باعث جس نے ان کو سبقت لے جانے والے بنا دیا دوسروں سے ممتاز اور منفرد ہیں اور وہ صفت کثرتِ ذکر ہے۔

اھل ذکر کا بلند مرتبہ: اہل ذکر فقط نوع بشر کے ہی سابقین نہیں بلکہ وہ بزرگ فرشتوں کے، جو کبھی اللہ کے حکم کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم بھی انھیں دیا جاتا ہے بجا لاتے ہیں، مشابہ اور ان کے ہاں فخر و مباہات کے مقام پر فائز ہیں۔ وہ فرشتے جو فرماں برداری کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، جن کی تخلیق عبادت پر ہے اور جو دن رات بغیر توقف کے اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہیں کیوں کہ ان کی پیدایش کی اصل اور ان کے وجود کی غایت ہی ذکر اور عبادت ہے۔ اور اس سب کچھ کے باوجود مومن اہل ذکر وہ بلند منزلت رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اہل ذکر کا فرشتوں سے فخر کے ساتھ ذکر فرماتے ہیں۔ (تہذیب المدارج، ص ۴۶۶)

اس دلیل کی وضاحت حضرت معاویہؓ کی روایت سے ہوتی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم

اپنے اصحاب کے حلقہ میں تشریف لائے اور استفسار فرمایا: کس چیز نے تمھیں یہاں بٹھایا ہے؟ انھوں نے جواب دیا: ''ہم اللہ کا ذکر اور اس کی حمد کر رہے ہیں کہ اس نے ہمیں اسلام کی طرف ہدایت دی اور اس کے ساتھ ہم پر احسان فرمایا۔ آنحضورؐ نے فرمایا: تمھیں اللہ کی قسم! کیا صرف اسی چیز نے تمھیں بٹھایا ہے؟ انھوں نے عرض کیا: بخدا! ہمیں صرف اسی چیز نے بٹھایا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''خدا کی قسم! میں نے تم سے حلف تمھارے اوپر کسی بدگمانی کے باعث نہیں لیا بلکہ میرے پاس جبرائیل علیہ السلام آئے ہیں اور انھوں نے مجھے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے سامنے تمھارے اوپر فخر فرما رہا ہے''۔ (النہایہ' ۱/۱۶۹)

فرشتے مجالسِ ذکر تلاش کرتے ہیں' وہاں جمع ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کو ان کی طرف بلاتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ کے معزز فرشتے جو مجالس ذکر کی تلاش میں پھرتے رہتے ہیں' جونہی وہ کسی مجلس کو پالیتے ہیں جس میں ذکر ہو رہا ہو تو ان کے ساتھ بیٹھ جاتے ہیں' ایک دوسرے کو اپنے پروں سے ڈھانک لیتے ہیں حتیٰ کہ زمین اور آسمان دنیا کے مابین کو بھر دیتے ہیں (مسلم)۔ مشہور حدیث ہے: ''جب اللہ کے گھروں میں سے کسی گھر میں لوگ کتاب اللہ کو پڑھتے ہیں اور ایک دوسرے کو سکھانے کے لیے جمع ہوتے ہیں تو ان پر سکینت نازل ہوتی ہے' رحمت انھیں ڈھانک لیتی ہے' فرشتے ان کا احاطہ کر لیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کا ذکر اپنے مقرب فرشتوں سے فرماتے ہیں'' (مسلم)۔ اور سب سے بڑی بات تو وہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمائی: فَاذْكُرُونِيٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ (البقرہ ۲:۱۵۲) ''تم مجھے یاد رکھو' میں تمھیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر کرو' کفرانِ نعمت نہ کرو''۔ کون سا شرف اور کون سا فخر اس سے برتر ہے کہ اللہ رب العالمین انھیں یاد فرماتا ہے۔ حدیث قدسی ہے: ''میں اپنے بندے کے گمان کے مطابق ہوں۔ جب وہ مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے پاس ہوتا ہوں' جب وہ مجھے اپنے نفس میں یاد کرتا ہے تو میں اسے اپنے نفس میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ میرا ذکر مجمع میں کرتا ہے تو میں اس کا ذکر اس سے بہتر مجمع (فرشتوں) میں کرتا ہوں''۔

ذکر کے فوائد وثمرات

اجر و ثواب کا آسان نسخہ

مسلمان ثواب کے حصول کا حریص اور زیادہ سے زیادہ نیکیوں کا طلب گار ہے۔ طاعات میں کوشاں رہتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ تم مصروفیات کی کثرت، مشکلات، دل کش بہکاووں اور تفریح گاہوں کے ہوتے ہوئے بھی فکرمند رہتے ہو کہ اپنی نیکیوں کے کھاتے میں اضافہ کرو۔ آؤ میں تمھیں بتاتا ہوں کہ ذکر اجر کے بہت بڑے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہے۔ میں تمھیں ذکر کے بڑے اجر وثواب کا انکشاف کرنے والی نصوص کا چھوٹا سا مجموعہ پیش کروں گا جو سمندر میں سے ایک قطرے کے مصداق ہے۔

(الف) حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''جس نے ہر فرض نماز کے بعد ۳۳ مرتبہ سبحان اللّٰہ، ۳۳ مرتبہ الحمد للّٰہ اور ۳۳ مرتبہ اللّٰہ اکبر کہا اور یہ ۹۹ ہوئے اور ۱۰۰ پورا کرنے کے لیے لا اِلٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر کہا تو اس کی خطائیں معاف کر دی گئیں، اگرچہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں''۔ (مسلم)

(ب)۔ حضورؐ کا ارشاد ہے: ''دو کلمے ہیں جو زبان پر بہت ہلکے مگر میزان میں بہت وزنی ہیں، رحمان کو بہت پیارے ہیں: سبحان اللّٰہ و بحمدہ، سبحان اللّٰہ العظیم''۔ (متفق علیہ)

(ج) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ: ''جس نے لا الٰہ الا اللّٰہ وحدہ لا شریک لہ، لہ الملک ولہ الحمد وھو علی کل شیء قدیر دن میں ۱۰۰ مرتبہ کہا تو اس کے لیے ۱۰ غلاموں کو آزاد کرنے کے ساتھ ۱۰۰ نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کے ۱۰۰ گناہ مٹا دیے جائیں گے، اور اس دن شام تک وہ شیطان کے شر سے بچا رہے گا۔ اور جس شخص نے یہ پڑھا تو کوئی اس سے بہتر عمل نہ کر سکے گا سوائے اس کے جو اس عمل کو اس سے زیادہ کرے۔ (مسلم)

(د) حضورؐ نے فرمایا: ''مجھے سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر کہنا ہراس چیز سے عزیز تر ہے جس پر سورج چمکتا ہے۔(مسلم)

(ہ) حضرت سعد بن ابی وقاصؓ سے مروی ہے کہ انھوں نے کہا کہ ہم رسولؐ اللہ کے پا س جمع تھے کہ آنحضورؐ نے فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی اس سے عاجز ہے کہ وہ روزانہ ہزار نیکیاں کمالے؟'' مجلس میں سے کسی نے سوال کیا: ''وہ ہزار نیکیاں کیسے کما سکتا ہے؟'' تو آپؐ نے فرمایا: ''وہ ۱۰۰ مرتبہ سبحان اللّٰہ کہے تو اس کے لیے ہزار نیکیاں لکھی جائیں گی اور اس کی ہزار خطائیں مٹا دی جائیں گی۔'' (مسلم)

حفظ و سلامتی

اللہ تعالیٰ نے ذکر کرنے والے کے لیے ذکر کو شیطان کے وسوسے' اس کی برائی' اس کی پھونک اور تھوک سے حفاظت کا ذریعہ بنایا ہے۔ لہٰذا ذاکر' اللہ کے اذن سے محفوظ رہتا ہے اور اسے کوئی تکلیف نہیں چھوتی۔ ذکر سے اسے محفوظ پناہ گاہ اور مضبوط باڑ حاصل ہے' اس لیے کہ اس کے دل میں اللہ کی یاد ہے اور اس کی زبان پر اللہ کا ذکر ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے:

ا- حضرت عبداللہ بن خبیبؓ سے روایت ہے کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا کہ: ''تم قل ھو اللّٰہ اور معوذتین صبح و شام تین تین مرتبہ پڑھو' وہ تمھارے لیے ہر چیز سے کفایت کریں گی۔'' (ابوداؤد' ترمذی)

ب- حضرت ابوہریرہؓ سے رسولؐ اللہ کا ارشاد مروی ہے کہ ''جب نماز کے لیے ندا دی جاتی ہے تو شیطان گوز اڑاتا ہوا پیچھے کو بھاگتا ہے اور جب اذان ہو چکتی ہے تو وہ آگے بڑھتا ہے۔ اور جب تکبیر کہی جاتی ہے تو پیچھے ہٹ جاتا ہے۔ جب اقامت ہو چکتی ہے تو آگے بڑھتا ہے۔ وہ آدمی کے دل میں وسوسے ڈالنا شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے فلاں چیز یاد کر' فلاں چیز یاد کر۔ جب تک کہ وہ یاد نہیں کر لیتا اس کو اس کی وسوسہ اندازی جاری رہتی ہے۔ حتیٰ کہ بندے کو کچھ یاد نہیں رہتا کہ اس نے کتنی نماز پڑھی ہے''۔ (متفق علیہ)

ج- حضرت انسؓ نے کہا کہ رسولؐ اللہ کا فرمان ہے: ''جو شخص اپنے گھر سے نکلا اور

اس نے بِسْمِ اللّٰہِ تَوَکَّلْتُ عَلَی اللّٰہِ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ پڑھ لیا تو اسے کہا جاتا ہے کہ تیرے لیے یہ کافی ہے اور تو بچ گیا اور تو نے ہدایت حاصل کر لی۔ اور شیطان کو اس سے ہٹا دیا جاتا ہے''۔(ترمذی)

د- حضرت عثمان بن عفانؓ نے کہا کہ رسولؐ اللہ نے فرمایا ہے کہ ''جو مسلمان ہر روز صبح اور شام کو بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَآءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ (اس اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں جس کے نام کے ساتھ زمین و آسمان میں کوئی چیز ضرر نہیں پہنچا سکتی، وہ سننے اور جاننے والا ہے) ۳ مرتبہ پڑھے اسے کوئی شے نقصان نہیں دے گی''۔(ابوداؤد، ترمذی)

ھ- حضرت ابومسعود انصاریؓ نے حضورؐ سے روایت کیا ہے ''جو شخص سورہ البقرۃ کی آخری دو آیات رات کے وقت پڑھ لے تو وہ اس کے لیے کفایت کریں گی۔''(متفق علیہ)

ذرا تم ان اثرات پر غور کرو جو ذاکر ہونے سے تم حاصل کرو گے۔ اپنے ماحول پر نظر دوڑاؤ اور اپنے اردگرد کے لوگوں کو دیکھو۔ تم دیکھو گے کہ کسی کو جن نے چھو رکھا ہے، کوئی سحر زدہ ہے یا اسے شیطان نے بہکا رکھا ہے، اور تم اللہ کے فضل سے اس سب کچھ سے محفوظ ہو۔ بلکہ اللہ عزوجل کا ذکر نفاق سے امان ہے کیوں کہ منافقین اللہ تعالیٰ کا ذکر کم ہی کرتے ہیں۔ ان کے بارے میں فرمان الٰہی ہے: لَا یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ اِلَّا قَلِیْلًا (النساء ۴:۱۴۲) ''وہ خدا کو کم ہی یاد کرتے ہیں''۔ حضرت کعبؓ نے کہا: ''جس نے اللہ کا ذکر کثرت سے کیا وہ نفاق سے بری ہو گیا (الوابل الصیب، ص ۱۷۲-۱۷۳)۔ ابوخلاد المصری نے ذکر کی قلعہ بندی کے بارے میں کتنی عمدہ بات کہی ہے: ''جو اسلام میں داخل ہوا وہ قلعہ میں داخل ہوا، جو مسجد میں داخل ہوا وہ دو قلعوں میں داخل ہوا اور جو اللہ کا ذکر کرنے والی مجلس میں بیٹھا وہ تین قلعوں میں داخل ہو گیا''۔(الوابل الصیب)

علم اور زندگی

ذکر دلوں کی زندگی اور غفلت ان کی موت ہے۔ ذکر سے دلوں کو حقیقی ایمان کی زندگی

ملتی ہے اور اللہ کے ساتھ دائمی تعلق قائم ہوتا ہے۔ حضورؐ سے روایت ہے: ''اپنے رب کو یاد کرنے والے اور اسے یاد نہ کرنے والے کی مثال زندہ اور مردہ کی ہے'' (بخاری)۔ مسلم کی روایت ہے: ''اس گھر کی مثال جس میں اللہ کا ذکر ہوتا ہے زندہ کی، اور جس گھر میں ذکر نہیں ہوتا مردہ کی ہے''۔ گھر کے زندہ اور مردہ سے مراد گھر کے رہنے والے ہیں۔ ذاکر کے زندہ ہونے کا ظاہری پہلو یہ ہے کہ وہ نور حیات سے مزین ہے، اور اس کا باطن نور معرفت سے، جب کہ ذکر نہ کرنے والوں کے گھر ظاہری طور پر بنجر اور باطنی طور پر ویران اور تاریک ہوتے ہیں۔

جب دل زندہ ہوتا ہے تو وہ ایمان کے ساتھ آباد ہوتا ہے اور اسی وجہ سے نصیحت اس پر اثر انداز ہوتی ہے اور یاد دہانی اسے فائدہ دیتی ہے، وعدہ اسے طمع اور ترغیب دلاتا ہے اور وعید اسے خوف دلاتی ہے۔ پس وہ زندگی میں کامل اور بڑا اثر قبول کرنے والا ہوتا ہے۔ اس لیے کہ:

(الف) وہ نرم ہوتا ہے نہ کہ سخت۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر ۳۹: ۲۳) ''اللہ کا ذکر (قرآن مجید) سن کر ان لوگوں کے جسم اور ان کے دل نرم ہو کر اللہ کے ذکر کی طرف راغب ہو جاتے ہیں''۔ اور جس کا دل سخت ہوا اور وہ اسی حال میں مر گیا، اس کے بارے میں اللہ کا فیصلہ ہے: فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوْبُهُمْ مِّنْ ذِكْرِ اللّٰهِ (الزمر ۳۹:۲۲) ''تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللہ کی نصیحت سے اور زیادہ سخت ہو گئے''۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے کہا ''اے ابوسعید! میں تم سے اپنے دل کی قساوت کی شکایت کرتا ہوں''۔ انھوں نے کہا: ''اسے ذکر سے پگھلاؤ۔ یہ اس لیے کہ دل میں جتنی شدید غفلت ہوتی ہے، اتنی ہی شدید اس میں سختی آتی ہے اور جب اس میں اللہ کی یاد آتی ہے تو یہ قساوت تحلیل ہو جاتی ہے''۔

بے شک قرآن کریم زندہ دلوں کو تحریک دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَجِلَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ اِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ اٰيٰتُه، زَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّعَلٰى رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُوْنَ (الانفال ۸: ۲) ''سچے اہل ایمان تو وہ لوگ ہیں جن کے دل اللہ کا ذکر سن کر لرز جاتے ہیں اور جب اللہ کی آیات ان کے سامنے پڑھی جاتی ہیں تو ان کا ایمان بڑھ جاتا ہے، اور وہ اپنے رب پر اعتماد رکھتے ہیں''۔ بلکہ ذکر کا اثر بہت بڑا ہے جیسا کہ

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرآنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَه، خَاشِعاً مُّتَصَدِعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ (الحشر ۵۹:۲۱) ''اگر ہم نے یہ قرآن کسی پہاڑ پر بھی اتار دیا ہوتا تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دبا جا رہا ہے اور پھٹا پڑتا ہے''۔

(ب) وہ یاد رکھنے والا نہ کہ بھلا دینے والا اور غور وفکر کرنے والا نہ کہ غفلت شعار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِى الْاَلْبَابِ ۝ الَّذِيْنَ يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِهِمْ وَ يَتَفَكَّرُوْنَ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ج رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ج سُبْحَانَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران ۳:۱۹۰-۱۹۱) ''زمین اور آسمانوں کی پیدایش میں اور رات اور دن کے باری باری سے آنے میں ان ہوش مند لوگوں کے لیے بہت نشانیاں ہیں جو اٹھتے، بیٹھتے اور لیٹتے، ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں اور زمین اور آسمانوں کی ساخت میں غور وفکر کرتے ہیں۔ (وہ بے اختیار بول اٹھتے ہیں) ''پروردگار، یہ سب کچھ تو نے فضول اور بے مقصد نہیں بنایا ہے، تو پاک ہے اس سے کہ عبث کام کرے۔ پس اے رب، ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچا لے''۔ جب اس نے عظمت تخلیق دیکھی تو اس نے خالق کو یاد کیا، اس کی تسبیح بیان کی، اسی کے بارے میں غور وفکر کیا اور نتیجتاً دل کی گہرائیوں سے توجہ اور عجز و نیاز کے ساتھ اس کو یاد کیا۔ پھر اس کے حضور میں آتش دوزخ کے عذاب سے بچنے کی دعا اور گریہ وزاری میں مشغول ہوا۔ ذکر کی بدولت زندہ ہونے کی تاثیر سے جس کے دل کی یہ کیفیت ہو تو اس کا دل علم وعمل اور فہم وادراک کی بہترین حالت میں ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَاتَّقُوا اللّٰهَ ط وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ط وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ (البقرہ ۲:۲۸۲) ''اللہ کے غضب سے بچو، وہ تم کو صحیح طریق عمل کی تعلیم دیتا ہے اور اسے ہر چیز کا علم ہے''۔

پس جس نے اپنے رب کا ذکر کیا اس کا دل پاک وصاف ہو گیا، اس کا فہم بڑھ گیا، اللہ نے اس کے علم وفہم میں اضافہ کر دیا حتیٰ کہ اس کا دل صفائی اور شفافیت میں اس درجہ کو پہنچ گیا کہ وہ حق و باطل میں تفریق کر سکتا ہے۔ يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّ يُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْلَكُمْ ط وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ

(الانفال ۸:۲۹) ''اے لوگو، جو ایمان لائے ہو، اگر تم خدا ترسی اختیار کرو گے تو اللہ تمھارے لیے کسوٹی بہم پہنچا دے گا اور تمھاری برائیوں کو تم سے دور کرے گا اور تمھارے قصور معاف کرے گا، اللہ بڑا فضل فرمانے والا ہے''۔ لیکن وہ جس کا دل مردہ ہو گیا وہ فہم و ادراک سے محروم ہو گیا کیوں کہ دل دو چیزوں، غفلت اور گناہ سے زنگ آلود ہوتا ہے، اور اس کی جلا دو چیزوں، استغفار اور ذکر سے ہوتی ہے۔ پس جو اکثر اوقات غفلت میں رہتا ہو تو اس کے دل پر زنگ تہہ بہ تہہ چڑھ جاتا ہے اور وہ زنگ اس کی غفلت کی نسبت سے ہوتا ہے۔ اور جب دل زنگ آلود ہو جاتا ہے تو اس میں معلومات کی صورتیں اپنی اصلی حالت میں منعکس نہیں ہوتیں۔ وہ باطل کو بصورت حق دیکھتا ہے اور حق کو بصورت باطل۔ کیوں کہ تہہ بہ تہہ زنگ سے دل تاریک تر ہو جاتا ہے اور اس میں حقائق کی صورتیں اصلی حالت میں نہیں آتیں۔ پس جب دل پر تہہ بہ تہہ زنگ چڑھ گیا اور وہ بہت سیاہ اور میلا کچیلا ہو گیا تو اس نے اس کے فہم و ادراک کو روک دیا۔ (الوابل الصیب، ص ۸۹)

عبودیت اور استعانت

ذاکر، ذکر کے ساتھ اپنے رب کی بندگی کی حقیقت اور اس سے استعانت کی طلب کو اپنے ذہن میں تازہ کرتا ہے، کیوں کہ اذکار کے الفاظ اللہ کی عظمت کا اقرار، اور اس کی نعمتوں پر اس کی حمد اور اس کی توحید کا اعلان کرتے ہیں۔ جب ذاکر کہتا ہے: سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا اِلٰہ الا اللّٰہ واللّٰہ اکبر، تو اس کو اس کا شعور بھی ہوتا ہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ جس نے اپنے رب کو واحد باور کیا، اس کی تعظیم کی تو وہ اس کی جناب میں اپنے فقر کا شعور رکھتا ہے، اور اپنے آپ کو اس کے حضور میں گرا پڑا محسوس کرتا ہے اور اس کی مدد کا طلب گار رہتا ہے۔ اگر دوسرے رخ سے دیکھا جائے تو ذاکر ہر طرح کے حالات میں ذاکر ہوتا ہے، نتیجتاً وہ ہر عمل کی ابتداء میں یا حالات کے بدلنے پر اللہ کو یاد کرتا ہے تو اسے اپنی حاجت یاد آ جاتی ہے جس کے لیے وہ اللہ سے مدد کی درخواست کرتا ہے، مثلاً جب وہ گھر سے نکلتا ہے تو اس موقع کے لیے ایک ذکر ماثور ہے۔ جب اس نے ذکر کے وہ الفاظ کہے

تو اسے اپنے رب سے اپنی حفاظت اور اپنے رزق کے لیے مدد مانگنا یاد آ گیا اور جب وہ کسی موٹر کار یا کسی جانور پر سوار ہوا اور اس نے اللہ کا زبان سے ذکر کیا تو اس کے دل میں اللہ کی یاد آ گئی اور اسے اپنی حاجت کے لیے اللہ سے مدد مانگنے کا خیال آ گیا' اور اسی طرح سے جب اس نے لباس پہنایا اسے اتارا اور جب وہ سویا یا بیدار ہوا تو اس نے اللہ سے استعانت کی حاجت محسوس کی۔

بسم اللہ کی مثال

ہم بسم اللہ کی واضح مثال لیتے ہیں جس کا ہر کام کے آغاز میں پڑھنا نبیؐ کی حدیث کی رو سے مستحب ہے۔ آنحضورؐ نے فرمایا: ''ہر وہ عمل جو بسم اللہ سے شروع نہ کیا گیا وہ بے برکت ہوا''۔ اعمال کے آغاز میں' نیز کثیر اذکار میں بسم اللہ وارد ہے۔ پس کھانا کھانے کے وقت بسم اللہ ہے' گھر میں داخل ہونے اور نکلنے کے وقت بسم اللہ ہے اور اس کے دو معانی ہیں:

۱- جب بندے نے کہا بسم اللہ تو اس کو اپنا خالق و مالک یاد آیا اور یہ کہ وہ عاجز بندہ ہے جو مسلسل اللہ کا ذکر کرتا اور اسی کا نام لیتا رہتا ہے اور اس کے فضل کا اعتراف کرتا رہتا ہے۔ دنیا میں لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ ہر معاملے میں اپنے مالک کا ذکر کرتے رہتے ہیں۔ فرد کا نام اس کے مالک کے نام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ حالانکہ اعلیٰ مثال تو اللہ ہی کی ہے۔ پس اے انسان! تو بندگی میں اس کا زیادہ حق دار ہے کہ اللہ کے نام کے ساتھ لوگوں سے مخاطب ہو۔

۲- بسم اللہ کہنے میں اللہ کی مدد کی طلب بھی ہے۔ جس طرح کہ کھانے کے وقت جب بندہ کہتا ہے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ کھاتا ہوں اور نکلنے کے وقت وہ کہتا ہے کہ میں اللہ کے نام کے ساتھ نکلتا ہوں' تو اس کے اندر بھی مدد کی طلب پائی جاتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ بندے کے لیے مصائب برداشت کرنے اور آزمائشوں سے عہدہ برآ ہونے کے لیے اللہ کا ذکر بہت بڑی تاثیر کا حامل ہے۔ مصیبت کے وقت وہ کہتا ہے: اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّـآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ (البقرہ ۲:۱۵۶) ''ہم اللہ ہی کے ہیں اور اللہ ہی کی طرف ہمیں پلٹ کر جانا ہے'' تو اس کے نفس کو سکون اور دل کو اطمینان نصیب ہو جاتا ہے۔ اس کی عزیمت قوی اور

اس کی ہمت بلند ہو جاتی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ اللہ کا ذکر مشکل کو آسانی' تنگی کو فراخی اور مشقت کو خفیف کر دیتا ہے۔ اللہ کا ذکر شدت کے بعد خلاصی' تنگی کے بعد فراخی' رنج و غم کے بعد اس سے رہائی ہے۔ وہ ذاکر کو قوت مہیا کرتا ہے۔ ذکر کے ساتھ وہ وہ کچھ کرنے کی استطاعت رکھتا ہے جو اس کے بغیر نہیں کر سکتا۔ (الوابل الصیب' ص ۱۶۳)

جب حضرت فاطمہؓ بنت محمدؐ نے اپنے والد گرامی جناب رسولؐ اللہ سے گھر کے کام میں معاونت کے لیے خادم مانگا تو آنحضورؐ نے انھیں اور ان کے شوہر حضرت علیؓ سے فرمایا: ''کیا تمھیں وہ چیز نہ بتاؤں جو تمھارے لیے خادم سے بہتر ہے؟ جب تم بستر پر لیٹو تو اللہ کی تسبیح ۳۳ مرتبہ' تحمید ۳۳ مرتبہ اور تکبیر ۳۴ مرتبہ کرو۔ یہ تم دونوں کے لیے خادم سے بہتر ہے'' (متفق علیہ)۔

طمانیت و سکینت

اللہ سبحانہ و تعالیٰ فرماتے ہیں: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ط اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (الرعد ۱۳: ۲۸) ''جنھوں نے نبیؐ کی دعوت کو مان لیا' ان کے دلوں کو اللہ کی یاد سے اطمینان نصیب ہوتا ہے۔ خبردار رہنا اللہ کی یاد ہی وہ چیز ہے جس سے دلوں کو اطمینان نصیب ہوا کرتا ہے''۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل ایمان کے لیے اطلاع ہے کہ وہ اپنے دلوں کو اللہ کے ذکر سے مطمئن کریں۔ وہ دلوں کے قلق و اضطراب کو زائل کر دے گا اور انھیں راحتیں اور لذتیں مہیا کرے گا۔ مزید یہ کہ وہ اللہ کے ذکر کے سوا کسی چیز سے مطمئن ہوتے بھی نہیں۔ کیوں کہ دلوں کے لیے ان کے خالق کی محبت' اس کے انس اور اس کی معرفت سے بڑھ کر کوئی چیز لذیذ نہیں۔ (تفسیر السعدی' ج ۴' ص ۱۰۸)

طمانیت' دل کا کسی چیز کے ساتھ سکون حاصل کرنا اور اضطراب و قلق کا خاتمہ ہے۔ (تہذیب المدارج ' ص ۵۰۳)۔ ذاکر کا سکونِ قلب خوش حالی و بدحالی' تنگی و فراخی ہر حال میں دائمی ہے۔

اگر ذکر سے یہاں مراد قرآن کریم ہے تو قرآن وہ ہے جس سے اہل ایمان کے دلوں کو طمانیت حاصل ہوتی ہے۔ دل ایمان اور یقین کے بغیر مطمئن نہیں ہوتے اور ایمان و یقین کے حصول کا کوئی راستہ قرآن کریم کے علاوہ نہیں ہے۔ دل کا سکون اور اس کی طمانیت یقین سے ہے، جب کہ اس کا اضطراب اور قلق شک سے ہے۔ پس جس نے قرآن سے تعلق پیدا کر لیا تو اس سے اسے عقل کا اطمینان، نفس کی سکینت میسر آئی اور اس کے دل نے ایمان و یقین کے ساتھ سکون پا لیا۔

ذکر برکت ھے

اللہ تعالیٰ کا ذکر، ذاکرین کے افعال اور ان کے معمولات میں برکت پیدا کرتا ہے۔ ذکر منعم کی نعمت اور رازق کی عطا پر دل و دماغ میں اس کی یاد تازہ کرتا ہے۔ ذکر منعم کے شکر اور اس کی حمد پر مشتمل ہے۔ جس نے اللہ کی نعمت کا اقرار کیا اور اس پر اس کا شکر ادا کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نعمت اس کے لیے محفوظ فرما دی بلکہ اس میں اضافہ فرمایا جیسا کہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِيْدٌ (ابراھیم ۱۴:۷) ''اگر شکر گزار بنو گے تو میں تم کو اور زیادہ نوازوں گا اور اگر کفران نعمت کرو گے تو میری سزا بہت سخت ہے''۔

امام مسلم کی صحیح روایت کردہ حدیث پر غور کرو کہ حضورؐ نے فرمایا: ''اللہ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ بندہ جب کھانا کھاتا ہے تو اس پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہے اور جب کوئی مشروب پیتا ہے تو اس پر اللہ کی حمد بیان کرتا ہے، اور یہ سب کچھ کھانا اور پینا اسے کھلانے، پلانے، عطا کرنے والے کی یاد دلاتا ہے۔'' پس وہ منعم کی عظمت کو اپنے ذہن میں تازہ کرتے ہوئے اور اس کی نعمت کی قدر و قیمت کا اندازہ لگاتے ہوئے جو کہ اس نے انسانوں کے لیے آسان فرما دی ہے، اس کی حمد و شکر کے ساتھ اپنی زبان کو تر رکھتا ہے۔

پانی ہی کو لیجیے جو ایک نعمت ہے۔ اگر انسان کو اس سے محروم کر دیا جائے تو اس کی کتاب زندگی کا آخری صفحہ آ جائے اور وہ دنیا کو چھوڑ جائے۔ پانی کا ایک پیالہ شدید پیاس کی

حالت میں پوری دنیا کے برابر ہے، تو پھر ہمیں کیا ہو گیا ہے کہ ہم نہ تو اللہ کی حمد بیان کرتے ہیں اور نہ اس کا شکر ادا کرتے ہیں! کیا اس کی تذکیر و تنبیہ ہماری آنکھیں نہیں کھولتی؟ اَلَا یَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ط وَھُوَ الَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ (الملک ۶۷:۱۴) ''کیا وہی نہ جانے گا جس نے پیدا کیا ہے؟ حالانکہ وہ باریک بین اور باخبر ہے''۔ کیا ہم اس کی تحذیر سے نہیں ڈرتے؟ اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ٥ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْہُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ٥ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰہُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْکُرُوْنَ (الواقعہ ۵۶:۶۸-۷۰) ''کبھی تم نے آنکھیں کھول کر دیکھا، یہ پانی جو تم پیتے ہو اسے تم نے بادل سے برسایا ہے یا اس کے برسانے والے ہم ہیں؟ ہم چاہیں تو اسے سخت کھاری بنا کر رکھ دیں، پھر کیوں تم شکر گزار نہیں ہوتے؟''

ذکر سے برکت حاصل ہوتی ہے، جب کہ اس کو مٹانے والی چیز کو روک دیا جائے اور ابلیس کے تسلط اور کھانے پینے میں شرکت سے تحفظ حاصل کر لیا جائے۔ حدیث میں ہے: ''شیطان آدمی کے ساتھ شریک ہو جاتا ہے اور اس کے ساتھ کھانے پینے میں حصہ دار بن جاتا ہے، جب کہ اسے وہاں سے ہٹانے والا کوئی ذکر نہ ہو، روکنے والا کوئی مضبوط قلعہ نہ ہو اور اس کو رد کرنے والی کوئی دعا نہ ہو''۔

بیشتر لوگ اس ذکر مسنون سے بے خبر ہیں جو آدمی کو اپنی اہلیہ کے ساتھ مباشرت کے موقع پر کرنا چاہیے۔ غلبہ خواہش کے وقت اسے بھول جاتے ہیں، حالانکہ وہ بڑا اہم ذکر ہے۔ اللہ نے جو اولاد ان کے مقدر میں لکھی ہو، اس کے حفظ و امان میں اس ذکر کی تاثیر ہوتی ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ اِذَا اَرَادَ اَنْ یَاْتِیَ اَھْلَہٗ قَالَ بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰھُمَّ جَنِّبْنَا الشَّیْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّیْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا فَاِنَّہٗ یُقَدَّرُ بَیْنَھُمَا وَلَدٌ لَمْ یَضُرَّہٗ شَیْطَانٌ اَبَدًا (متفق علیہ) ''جب تم میں سے کوئی بیوی کے پاس جاتے وقت بسم اللہ کہے اور یہ کہے ''اے اللہ! تو شیطان کے شر سے ہمیں بچا اور جو اولاد ہمیں عطا کرے اسے بھی بچا تو اگر ان کے بچہ مقدر ہو گا تو شیطان اس کو کبھی نقصان نہ پہنچا سکے گا''۔ اس حدیث میں مذکور اس حفاظت کے معانی میں یہ بھی کہا جاتا ہے کہ شیطان اس پر اللہ کے نام کی برکت کی وجہ سے کبھی غالب نہ آئے گا۔ اس میں وہ سارے بندے پیش نظر ہیں جن کے متعلق کہا گیا ہے: اِنَّ عِبَادِیْ

لَیۡسَ لَکَ عَلَیۡہِمۡ سُلۡطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَکَ مِنَ الۡغٰوِیۡنَ (الحجر۱۵:۴۲) ’’بے شک جو میرے حقیقی بندے ہیں ان پر تیرا بس نہ چلے گا۔ تیرا بس تو صرف ان بہکے ہوئے لوگوں پر ہی چلے گا جو تیری پیروی کریں‘‘۔

اجر وثواب کے ان عظیم فوائد اور آثار پر غور کرو، نیز حفظ وسلامتی، زندگی اور علم، برکت اور نعمت، عبودیت اور استعانت اور جو اس سے بھی عظیم تر ہے اس پر غور کرو۔

کیا تم اپنے نفس کے لیے بخل کرنے اور اسے ان بھلائیوں اور برکتوں سے محروم رکھنے پر راضی ہو؟ کیا تم اجر سے بے نیاز ہو کر ذکر کو ترک کر دو گے، جب کہ وہ اجر کا بڑا ذریعہ اور سبب ہے؟

تم کیسے اپنے نفس کو شیطان کی تیر اندازی اور اپنے دل کو اس کے غلبے کے لیے کھلا چھوڑ دو گے، جب کہ تم ذکر کرنے والوں میں سے نہ ہوئے؟ اور تم اپنے دل کے روگ اور اس کی موت کا احساس نہ کرو گے، جب تم منکر پر نکیر نہ کرو گے اور اللہ کی حرمات کی حفاظت کے حریص نہ بنو گے؟

تم کیسے اپنے ضعفِ فہم اور قلتِ علم کی طرف توجہ کرو گے، جب کہ تم غافل رہو گے؟ اور تم کیسے اپنے خالق، اپنے مالک، اپنے رازق اور نعمتوں کے عطا کرنے والے کے ذکر سے غافل بنو گے؟ بلاشبہہ ان میں سے کوئی چیز بھی تمھیں پسند نہیں بلکہ تم ان سب سے پناہ مانگتے ہو۔ لہٰذا ذکر کی طرف بڑھو، اس کے خواہش مند بنو اور اس میں سے مسنون اذکار حفظ کر لو، ان کے ساتھ اپنے دل کو متحرک کرو اور اپنی عقل کو ان میں مشغول رکھو، اور اپنی زبان کو ان کے ساتھ تر رکھو تاکہ تم ذاکرین میں شمار کیے جاؤ اور علیین میں اٹھائے جاؤ۔

ذکر کی صفات وخصوصیات

ذکر کی اس تاثیر اور اجر کے ساتھ کچھ ایسی خصوصیات بھی ہیں جو ان کو اختیار کرنے میں مددگار ہیں۔

سہولت و آسانی

ذکر سہل ہے' مشکل نہیں۔ وہ کسی بدنی عمل کا محتاج نہیں اور نہ ذہنی کاوش ہی کا۔ وہ استحضار قلب اور تعاون نفس کے ساتھ زبان سے ادایگی ہے' جب کہ دوسری عبادات میں بڑی محنت ہوتی ہے۔ رمضان کے روزوں میں بھوک و پیاس کی مشقت ہوتی ہے۔ زکوٰۃ میں بذل و انفاق کی نفسیاتی مشقت ہوتی ہے۔ حج میں سفر اور مناسک کی ادایگی میں بدنی مشقت ہوتی ہے۔ مگر ذکر سب سے زیادہ آسان عبادت ہے اور پھر وہ ان میں سے برتر و افضل بھی ہے' جب کہ وہ زبان کی حرکت' اعضا و جوارح کی حرکات میں سے سب سے ہلکی اور آسان ہے۔(الوابل الصیب' ص ۹۷)

مزید برآں ذکر کی کوئی شرائط نہیں ہیں' مثلاً نماز کے لیے وضو اور وقت کا ہونا ناگزیر ہے' اور حج کے لیے بیت اللہ کا قصد ضروری ہے' اور زکوٰۃ سال میں صرف ایک بار ہے' اور روزوں کے لیے رمضان کا چاند نظر آنا ضروری ہے لیکن ذکر میں اس طرح کی کوئی قید نہیں۔ وہ جملہ عبادات میں سے سب سے زیادہ آسان ہے جس میں کوئی محنت و مشقت نہیں۔عبید بن عمیر نے اس بارے میں کہا ہے: ''اگر یہ رات تم پر بھاری ہے کہ تم اس کی مشقت جھیلو' اور اگر تم نے مال خرچ کرنے میں بخل سے کام لیا ہے' اور اگر تم دشمن خدا سے لڑنے سے اجتناب کرتے ہو تو کثرت سے اللہ عزوجل کا ذکر کرو''۔

جامعیت اور تنوع

ذکر بلا قید دن اور رات کے تمام اوقات پر مشتمل ہے۔ فَاصْبِرْ عَلٰی مَا یَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآءِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى (طٰہٰ ۲۰:۱۳۰)''پس اے نبیؐ، جو باتیں یہ لوگ بناتے ہیں ان پر صبر کرو' اور اپنے رب کی حمد و ثنا کے ساتھ اس کی تسبیح کرو' سورج نکلنے سے پہلے اور غروب ہونے سے پہلے اور رات کے اوقات میں بھی تسبیح کرو اور دن کے کناروں پر بھی' شاید کہ تم راضی ہوجاؤ''۔ اس کی ادایگی ہر جگہ اور ہر حال میں بیٹھے' کھڑے اور لیٹے کی جاسکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا

فرمان ہے: ''جو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہر حال میں خدا کو یاد کرتے ہیں'' (آل عمران ۳:۱۹۱)۔ اس طرح کا کوئی اور عمل نہیں ہے جس میں اوقات و احوال کی عمومیت پائی جاتی ہو۔ (الوابل الصیب، ص ۱۰۸)

اس مرحلے پر ہم رسولؐ اللہ کے معمول مبارک سے متعارف ہوتے ہیں کہ حضورؐ ہر حال میں اللہ کا ذکر کرتے تھے۔ اور ذکر میں تنوع وہ خصوصیت ہے جو بہت سارے اذکار مسنون کے ضمن میں نمایاں ہے۔ دعاے استفتاح میں رسولؐ اللہ سے متنوع صورتیں وارد ہیں اور صبح و شام کے بہت سے اذکار ہیں جن میں سے بعض دوسروں سے بے نیاز کر دیتے ہیں۔

ہم آہنگی و بلاواسطہ

ذکر جس میں قلب زبان کے ساتھ ہوتا ہے، نفس پر اس کی عظیم اور براہ راست تاثیر ہوتی ہے، اس لحاظ سے کہ وہ زبان کے ساتھ ہم آہنگ ہوتا ہے۔ جس پر کوئی مصیبت آ پڑی اور اس نے کہا: انا للّٰہ وانا الیہ راجعون اور لا حول و لا قوۃ الا باللّٰہ تو اس نے شرح صدر اور اطمینان قلب محسوس کیا اور اللہ تعالیٰ کے فیصلے اور اس کی تقدیر پر اپنی رضا کا اظہار کیا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''تم مجھے یاد رکھو میں تمھیں یاد رکھوں گا اور میرا شکر ادا کرو، کفران نعمت نہ کرو۔ اے لوگو، جو ایمان لائے ہو صبر اور نماز سے مدد لو'' (البقرہ ۲:۱۵۲-۱۵۳)۔ اسی لیے ہم سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کی تلاوت ہر مصیبت میں جاے پناہ اور ہر تکلیف میں موجب راحت ہے۔

ذکر کی اقسام

ذکر کی کئی قسمیں ہیں۔ ابن القیمؒ نے کہا ہے: ''ذکر کی تین قسمیں ہیں: وہ ذکر جس میں دل زبان کا رفیق ہو، وہ سب سے اونچا درجہ ہے۔ اور دل کے ساتھ ذکر اس کا دوسرا درجہ ہے۔ اور صرف زبان سے ذکر اس کا تیسرا درجہ ہے۔'' (تہذیب المدارج، ص ۴۶۷)

ابن حجرؒ نے کہا ہے: ''ذکر بعض اوقات زبان سے ہوتا ہے اور اس پر ذاکر کو اجر دیا جاتا ہے اور اس کے معانی کا استحضار شرط نہیں ہے۔ لیکن وہ اس سے مشروط ہے کہ اس کا مقصود اس

کے معنی کے علاوہ کچھ اور نہ ہو اور اگر الفاظ کے ساتھ دل کو ملا لیا جائے تو وہ کامل تر ہے۔ اگر زبان وقلب کے ساتھ معنی کو جمع کر لیا جائے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت پر مشتمل ہو اور اس کے نقائص سے مبرا ہو تو اس کے کمال میں اضافہ ہو جائے گا، اور اگر یہ ذکر نماز اور جہاد جیسے دیگر فرائض میں واقع ہو تو اس کا کمال اور بڑھ جائے گا۔ اگر اس میں توجہ بھی درست ہو اور نیت بھی خالصتاً اللہ تعالیٰ کے لیے ہو تو کمال آخری حد کو پہنچ جائے گا" (الفتح، ج ۱۱، ص ۲۰۹)۔

فخر الدین رازیؒ نے کہا ہے: "زبان کے ذکر سے مراد وہ الفاظ ہیں جو اللہ کی تسبیح، تحمید، تکبیر اور تمجید پر دلالت کرتے ہوں۔ دل کے ساتھ ذکر، اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کے شواہد میں غور وفکر کرنا ہے۔ اللہ کی تخلیق کے آثار میں غور وفکر، نیز اوامر ونواہی کے دلائل میں سوچ بچار، حتیٰ کہ بندہ ان کی حکمت سے آگاہ ہو جائے۔ اعضاے جسمانی کے ساتھ ذکر دراصل طاعات میں شدتِ انہماک ہے"۔ (الفتح، ج ۱۱، ص ۲۰۹)

ابن القیمؒ نے کہا ہے: "ذکر کی تین قسمیں ہیں: ثنا، دعا اور رعایت۔ ذکرِ ثنا یوں ہے: سبحان اللّٰہ والحمد للّٰہ ولا الٰہ الاّ اللّٰہ واللّٰہ اکبر۔ ذکرِ دعا: رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا سکتة وَاِنْ لَّمْ تَغْفِرْلَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (الاعراف ۷:۲۳) "اے رب، ہم نے اپنے اوپر ستم کیا اور اگر تُو نے ہم سے درگزر نہ فرمایا اور رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گمراہ ہو جائیں گے"۔ یاحی یاقیوم برحمتك استغیث۔ اور جہاں تک ذکرِ رعایت کا تعلق ہے تو وہ ذاکر کے اس قول کے مثل ہے: اللھم معی، اللّٰہ ناظر علی، اللّٰہ شاھدی، اور اس طرح کا ذکر جس سے اللہ کے ساتھ حضوری کی تقویت استعمال کی جاتی ہے۔ اور اس میں دل کی اصلاح کی رعایت ہو، اللہ تعالیٰ کے ساتھ ادب کی حفاظت، اور غفلت اور شیطان اور نفس کی برائی سے اجتناب ہو۔ (تہذیب المدارج، ص ۴۶۸)

ذکر کس لیے؟

[اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ذکر کی ضرورت واہمیت کے حوالے سے فرمایا: "اے نبیؐ، اپنے رب کو صبح وشام یاد کیا کرو۔ دل ہی دل میں زاری اور خوف کے ساتھ اور زبان سے

بھی ہلکی آواز کے ساتھ۔ تم ان لوگوں میں سے نہ ہو جاؤ جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں''۔ (الاعراف ۷:۲۰۵)

یاد کرنے سے مراد نماز بھی ہے اور دوسری قسم کی یاد بھی، خواہ وہ زبان سے ہو یا خیال سے۔ صبح و شام سے مراد یہی دونوں وقت بھی ہیں اور ان اوقات میں اللہ کی یاد سے مقصود نماز ہے، اور صبح و شام کا لفظ ''دائماً'' کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے اور اس سے مقصود ہمیشہ خدا کی یاد میں مشغول رہنا ہے...... اس کی غرض یہ بیان کی گئی ہے کہ تمھارا حال کہیں غافلوں کا سا نہ ہو جائے۔ دنیا میں جو کچھ گمراہی پھیلی ہے اور انسان کے اخلاق و اعمال میں جو فساد بھی رونما ہوا ہے اس کا سبب صرف یہ ہے کہ انسان اس بات کو بھول جاتا ہے کہ خدا اُس کا رب ہے اور وہ خدا کا بندہ ہے اور دنیا میں اُس کو آزمایش کے لیے بھیجا گیا ہے اور دنیا کی زندگی ختم ہونے کے بعد اسے اپنے رب کو حساب دینا ہوگا۔ پس جو شخص راہِ راست پر چلنا اور دنیا کو اُس پر چلانا چاہتا ہو اُس کو سخت اہتمام کرنا چاہیے کہ یہ بھول کہیں خود اُس کو لاحق نہ ہو جائے۔ (تفہیم القرآن، ج ۲، ص ۱۱۴-۱۱۵)]

[ایک دوسرے مقام پر فرمایا: ''یہ ذکر تم پر نازل کیا ہے تاکہ تم لوگوں کے سامنے اُس تعلیم کی تشریح و توضیح کرتے جاؤ جو اُن کے لیے اُتاری گئی ہے''۔ (النحل ۱۶:۴۴)

تشریح و توضیح صرف زبان ہی سے نہیں بلکہ اپنے عمل سے بھی، اور اپنی رہنمائی میں ایک پوری مسلم سوسائٹی کی تشکیل کر کے بھی، اور ''ذکرِ الٰہی'' کے منشا کے مطابق اُس کے نظام کو چلا کر بھی۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے وہ حکمت بیان کر دی ہے جس کا تقاضا یہ تھا کہ لازماً ایک انسان ہی کو پیغمبر بنا کر بھیجا جائے۔ ''ذِکر'' فرشتوں کے ذریعہ سے بھی بھیجا جا سکتا تھا۔ براہِ راست چھاپ کر ایک ایک انسان تک بھی پہنچایا جا سکتا تھا۔ مگر محض ذکر بھیج دینے سے وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا تھا جس کے لیے اللہ تعالیٰ کی حکمت اور رحمت و ربوبیت اس کی تنزیل کی متقاضی تھی۔ اُس مقصد کی تکمیل کے لیے ضروری تھا کہ اس ''ذکر'' کو ایک قابل ترین انسان لے کر آئے۔ وہ اس کو تھوڑا تھوڑا کر کے لوگوں کے سامنے پیش کرے۔ جن کی سمجھ میں کوئی بات نہ آئے اس کا

مطلب سمجھائے۔ جنھیں کچھ شک ہو ان کا شک رفع کرے۔ جنھیں کوئی اعتراض ہو ان کے اعتراض کا جواب دے۔ جو نہ مانیں اور مخالفت اور مزاحمت کریں اُن کے مقابلے میں وہ اُس طرح کا رویہ برت کر دکھائے جو اِس ''ذکر'' کے حاملین کی شان کے شایاں ہے۔ جو مان لیں انھیں زندگی کے ہر گوشے اور ہر پہلو کے متعلق ہدایات دے، ان کے سامنے خود اپنی زندگی کو نمونہ بنا کر پیش کرے، اور ان کو انفرادی و اجتماعی تربیت دے کر ساری دنیا کے سامنے ایک ایسی سوسائٹی کو بطور مثال رکھ دے جس کا پورا اجتماعی نظام ''ذکر'' کے منشا کی شرح ہو۔ (ایضاً، ص ۵۴۳)]

اے میرے بھائی اور اے میری بہن!

تم نے دیکھ لیا ہے کہ ذکر میں کتنی بھلائیاں ہیں۔ وہ کتنا سہل و آسان ہے۔ تم نے دیکھ لیا ہے کہ اوقات کے حوالے سے اس میں کتنی وسعت ہے؟

عظیم نعمتیں ہیں جو اللہ نے ہماری طرف بھیجی ہیں، تو کیا ہم ان سے غافل رہیں اور محرومین میں سے ہو جائیں؟ ہماری زندگی میں غفلت، اچانک وارد ہونے والا خطرہ ہے۔ دل بہلاوے اور اکتاہٹیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں۔ جھوٹ اور گھٹیا کلام، ناجائز دولت، گستاخ شاعری، غیبت کی اشاعت، چغلی کی کثرت، باہمی گالی گلوچ اور بڑی برائیوں کے ساتھ زبان درازی کو بہت فروغ حاصل ہوا ہے اور اس سب کچھ نے قلب کے نور کو بجھا دیا ہے اور اس کی قساوت کو بڑھا دیا ہے۔ بلائیں بڑھ گئی ہیں اور مصیبتیں شدید ہوگئی ہیں، جب کہ اللہ کے سوا انھیں کوئی دور کرنے والا نہیں۔

غفلت بلاشبہہ دنیا میں بیماری ہے، اور آخرت میں ندامت و بدبختی۔ رسولؐ اللہ نے فرمایا: ''جو لوگ بیٹھے اور اس نشست میں اللہ کا ذکر نہیں کیا تو یہ نشست ان کے لیے حسرت اور خسران کا باعث ہوگی۔ اللہ چاہے گا تو سزا دے گا اور چاہے گا تو معاف فرما دے گا'' (ترمذی)۔ افسوس اور حسرت ہے غفلت شعاروں پر..!

ذکر کی مجالس فرشتوں کی مجالس ہیں اور غفلت کی مجلسیں شیطان کی مجلسیں ہیں، اور جس کی جس کے ساتھ نسبت ہے وہ اسی کی مثل ہے (الوابل الصیب، ص ۱۵۸)۔ تم دونوں میں سے کس فریق کے ساتھ ہونا چاہتے ہو؟

آخر میں شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کا قول ہے: ''ذکر دل کے لیے ایسا ہی ہے جیسا مچھلی کے لیے پانی۔ مچھلی جب پانی سے جدا ہوتی ہے تو اس کا کیا حال ہو جاتا ہے؟ (الوابل الصیب، ص ۹۳)۔ یہ وہ معروف سوال ہے جس کا جواب ہے: ''احتیاط، غفلت سے احتیاط، اور اللہ ہی اللہ کا ذکر''۔

بعید نہیں کہ اللہ ہمیں ذاکرین میں سے بنا دے اور ذکر کی بدولت ہمارے اجر بڑھا دے، اس کے لیے ہمارے سینوں کو کھول دے اور اس کے باعث ہمارے رنج و غم مٹا دے اور اس کے ساتھ ہماری روحوں کو راحت حاصل ہو!

اَللّٰھُمَّ اَعِنَّا عَلٰی ذِکْرِکَ وَشُکْرِکَ وَحُسْنِ عِبَادَتِکَ

اے اللہ! تو اپنے ذکر، اپنے شکر اور اپنی بہترین عبادت میں ہماری مدد فرما۔

(المجتمع، شمارہ ۱۴۸۳-۱۴۸۵)

(کتابچہ دستیاب ہے۔ قیمت: ۶ روپے۔ منشورات، منصورہ، ملتان روڈ، لاہور)